سوال نمبر 1

(پیپر 2017 سے سوال نمبر 1 اور پیپر 2018 سے سوال نمبر 1 کا جواب)

سوال نمبر 2

(پیپر 2018 سے سوال نمبر 3 کا جواب)

سوال نمبر 3

پاکستان کا آئین 1973ء

1970ء میں یحییٰ خان نے ملک میں پہلے انتخابات کروائے انتخابات کے نتائج انتہائی حوصلہ شکن تھے پاکستان ایک نئے بحران میں داخل ہو گیا جس کی وجہ سے 16 دسمبر 1971 کو مشرقی پاکستان، پاکستان سے علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ 20 دسمبر 1971ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے صدر پاکستان اور سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھالا نئی حکومت کے سامنے ملک کی تعمیر نو کے علاوہ پاکستان کے لیے ایک مستقل آئین کی تشکیل کا چیلنج بھی موجود تھا 17 اپریل 1972ء کو قومی اسمبلی نے مسودہ آئین کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی تشکیل کی جس نے شب و روز کام کر کے 2 فروری 1973ء کو دستور کا مسودہ قومی اسمبلی میں منظوری کے لیے پیش کیا قومی اسمبلی نے 12 اپریل 1973ء کو اسے متفقہ طور پر منظور کیا اور 14 اپریل 1973ء کو اسے نافذ کر دیا گیا۔

1973 کے آئین کی اسلامی دفعات

1973 کے آئین کی اسلامی دفعات درج ذیل ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت:

1973ء آئین میں بھی قرارداد مقاصد کو دیباچہ کے طور پر شامل کیا گیا اس میں اقرار کیا گیا ہے کہ اقتدار اعلیٰ حاکمیت کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور پاکستان کے عوام جو اختیارات اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کریں گے ان کی حیثیت ایک مقدس امانت کی ہوگی۔

2- ملک کا نام:

دونوں سابقہ دساتیر کی طرح 1973ء کے آئین میں بھی ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا۔

3- سرکاری مذہب:

1973ء کے آئین کے مطابق اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔

4- صدر اور وزیر اعظم کا مسلمان ہونا:

اس دستور کے تحت صدر اور وزیر اعظم دونوں کے لیے مسلمان ہونے کی شرط رکھی گئی 1956 اور 1962 کے دساتیر میں صرف صدر کا مسلمان ہونا ضروری تھا۔

5- اسلامی قوانین کا نفاذ:

ملک میں قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا اور پہلے سے موجود تمام قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنانے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں گے۔

6- قرآن وسنت کی پیروی:

پاکستان کے مسلمانوں کو موقع فراہم کیا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن وسنت کے مطابق اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

7- مسلمان کی تعریف:

1973ء کے دستور میں پہلی مرتبہ مسلمان کی تعریف بڑی وضاحت کے ساتھ کی گئی ہے جس کی رو سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسالت، آخرت اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ختم نبوت پر ایمان لانا بھی لازمی ہے۔

8- قرآن پاک اور اسلامیات کی لازمی تعلیم:

1973ء کے آئین کے مطابق ملک میں قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔

9- اسلامی معاشرے کا قیام:

دستور کے ابتدائیہ میں عہد کیا گیا کہ پاکستان کے عوام کی خواہشات کے مطابق جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کے اصولوں پر مبنی نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔

10- اسلامی اقدار کا تحفظ:

1973ء میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ حکومت ملک سے جہالت کے خاتمے کی کوشش کرے گی مزدوروں کے کام کرنے کے اوقات کو بہتر بنائے گی پاکستان کے شہریوں کو بنیادی ضرورتیں اور طبی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے اقدامات کرے گی۔ عصمت فروشی، شراب اور جوا پر پابندی لگائی جائے گی۔

11- قرآن پاک کی غلطیوں سے پاک طباعت:

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت پاکستان قرآن پاک کی غلطیوں سے پاک صحیح طباعت واشاعت کا انتظام کرے گی۔

12- عربی زبان کی تعلیم:

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت ملک میں عربی زبان کے فروغ کے لیے مناسب سہولتیں فراہم کرے گی۔

13- سود کا خاتمہ:

1973ء کے دستور کے تحت ملک کے معاشی نظام کو سود کی لعنت سے پاک کرنے کے لیے بتدریج اقدامات کیے جائیں گے۔

14- زکوٰۃ اور اوقاف کا نظام:

1973ء کے دستور میں زکوٰۃ اوقاف اور مساجد کے نظام کو مناسب انداز میں چلانے کا وعدہ کیا گیا۔

15- اسلامی ممالک سے خوشگوار تعلقات:

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت پاکستان اسلامی ممالک کے ساتھ دوستانہ اور خوشگوار تعلقات قائم کرے گی۔

16- اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت:

1973ء کے آئین کی رو سے اقلیتوں کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہوگی ان کے حقوق ومفادات کی نگہداشت حکومت کی ذمہ داری ہوگی صوبائی اسمبلیوں میں اقلیتوں کے لیے اضافی نشستیں بھی مخصوص کی جائیں گی۔

17- نظریہ پاکستان کا تحفظ:

1973ء کے آئین میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ صدر مملکت، وزیر اعظم، وفاقی وزراء، سپیکر اسمبلی، ڈپٹی سپیکر، سینٹ کا چیئرمین، صوبائی گورنروں، وزرائے اعلیٰ، سپیکروں اور ڈپٹی سپیکروں کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنے عہدے کا حلف اٹھاتے وقت اس بات کا اقرار کریں گے کہ نظریہ پاکستان کے وفادار رہیں گے۔

18- قومی زبان:

1973ء کا آئین مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں کا ترجمان تھا۔ اس لیے پاکستان کی قومی زبان اردو قرار دی گئی۔ ویسے بھی اردو مسلمانان برصغیر کا عظیم ورثہ تھی۔ اس میں مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ تہذیب وثقافت کے علاوہ دینی سرمایہ محفوظ تھا۔

19- فلاحی ریاست کا قیام:

1973ء کے آئین میں اس بات کی ضمانت دی گئی کہ ملک سے بیماری، جہالت اور بے روزگاری کا خاتمہ کیا جائے۔ پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں گے۔ شہریوں کو بنیادی ضروریات روٹی کپڑا، مکان اور صحت کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

20- قرارداد مقاصد آئین کا مستقل حصہ:

1985ء میں صدر جنرل ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین میں ترمیم کر کے قرارداد مقاصد کو آئین کا مستقل حصہ بنا دیا۔

21- اسلامی نظریاتی کونسل:

1973ء کے آئین کے تحت صدر مملکت آٹھ سے پندرہ ارکان پر مشتمل ایک اسلامی مشاورتی کونسل قائم کرے گا۔ یہ کونسل صدر، گورنر مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کو کسی بھی بل کے متعلق مشورہ دے گی کہ آیا وہ بل اسلام کے اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں مزید برآں یہ کونسل قوانین کو اسلام کے مطابق بنانے میں قانون ساز اداروں کی راہنمائی کرے گی۔

سوال نمبر 4

(الف) جداگانہ انتخاب

1858ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریز لوٹ مار تاج برطانیہ کی زیر نگرانی اصلاحات کے نام پر شروع ہوئی۔ مسلمانوں کو باندی غلام بنانے کے لیے سیاسی اصلاحات میں برطانوی طرز پر مخلوط طریق انتخابات رائج کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو انگریز وہندو کی دوہری غلامی کے شکنجے میں جکڑا جائے۔ اس پر سرسید احمد خان نے سب سے پہلے جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ کیا۔ بالآخر مسلمانوں کو جداگانہ طریق انتخابات کا حق ۱۹۰۹ء کے قانون ہند میں دیا گیا۔ جداگانہ طریق انتخابات کے مختلف تاریخی پہلوؤں کا جائزہ درج ذیل ہے:

1- جداگانہ اور مخلوط طریق انتخابات میں فرق
2- مسلمانان ہند کے لیے جداگانہ طریق انتخابات کی وجہ
3- سرسید احمد خان اور جداگانہ طریق انتخابات
4- 1892ء کا ایکٹ اور مخلوط طریق انتخابات کی ترویج
5- مخلوط طریق انتخابات پر انگریز مسلم ردعمل
6- شملہ وفد کا جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ
7- جداگانہ طریق انتخابات کے لیے مسلم لیگ کی کوششیں
8- جداگانہ طریق انتخابات کے مطالبہ پر انگریز ہندو ردعمل
9- 1909ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات
10- میثاق لکھنؤ اور جداگانہ طریق انتخابات

11۔1919ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات

12۔ دہلی مسلم تجاویز اور جداگانہ طریق انتخابات

13۔ نہرو رپورٹ اور جداگانہ طریق انتخابات

14۔ آل پارٹیز مسلم کانفرنس اور جداگانہ طریق انتخابات

15۔ قائداعظم کے چودہ نکات اور جداگانہ طریق انتخابات

16۔ کمیونل ایوارڈ اور جداگانہ طریق انتخابات

17۔1935ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات

1۔ جداگانہ اور مخلوط طریق انتخابات میں فرق:

جداگانہ طریق انتخابات:

جداگانہ طریق انتخابات سے مراد ایسا انتخابی طریق ہے جس کے تحت مختلف اقوام کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے ان کی آبادی کے تناسب سے ان کی نشستیں مخصوص کر دی جاتی۔ ان نشستوں پر صرف متعلقہ قوم کے امیدوار ہی انتخابات میں حصہ لے سکتے ہیں اور ان کو متعلقہ قوم کے ووٹر ہی ووٹ دے سکتے ہیں۔

مخلوط طریق انتخابات:

مخلوط طریق انتخابات سے مراد ایسا انتخابی طریق ہے جس کے تحت مختلف اقوام کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے ان کی آبادی کے تناسب سے علیحدہ علیحدہ نشستیں مخصوص نہیں کی جاتیں بلکہ ہر ایک نشست پر کسی بھی قوم کا نمائندہ انتخابات میں حصہ لے سکتا ہے اور اپنی اکثریت کے بل بوتے پر کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ اس طرز انتخابات سے اقلیتیں اکثریت کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں۔

2۔ مسلمانان ہند کے لیے جداگانہ طریق انتخابات کی وجہ:

برطانوی جمہوری نظام کے تحت مخلوط طریق انتخابات سے ہندو اکثریت مسلمانوں پر غالب آ سکتی تھی۔ اس سے مسلمانوں کے حقوق و مفادات اور دین اسلام کو شدید خطرات لاحق تھے۔ ان خطرات سے نجات کے لیے جداگانہ طریق انتخابات ناگزیر تھا۔

3۔ سرسید احمد خان اور جداگانہ طریق انتخابات:

برطانوی حکومت نے جب برطانوی طرز پر مخلوط طرز انتخابات رائج کیا تو سب سے پہلے اس کی مخالفت سرسید نے کی۔ انہوں نے 16 جنوری 1888ء کو اپنی تقریر میرٹھ میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا:

> "یہ بات یقینی ہے کہ ہندوؤں کی آبادی چار گنا ہے۔ ہم حساب کے قاعدے سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہندو امیدوار کے لیے چار ووٹ ہوں گے اور مسلمان امیدوار کے لیے صرف ایک ووٹ ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ جداگانہ طریق انتخابات رائج کرتے ہوئے ہندو مسلم حلقے مخصوص کر دیئے جائیں تاکہ ہندو ممبروں کو ہندو اور مسلمان ممبروں کو مسلمان ووٹر منتخب کریں۔"

4۔ 1892ء کا ایکٹ اور مخلوط طریق انتخابات کی ترویج:

1892ء کے ایکٹ کی رو سے ہندوستان میں پہلی بار مرکزی اور صوبائی کونسلوں میں مخلوط طریق انتخاب رائج کیا گیا نیز امیدواروں اور ووٹروں کے لیے جائیداد، آمدنی اور تعلیم یافتہ ہونے کی بھی شرائط رکھی گئیں۔ مسلمانوں کی اکثریت ان شرائط پر پورا اترنے سے محروم تھی۔

5۔ مخلوط طریق انتخابات پر انگریز مسلم ردعمل:

مخلوط طرز انتخاب کے رائج ہونے پر مسلمانان ہند نے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ اس مرحلے پر بعض انصاف پسند انگریزوں نے بھی مسلمانوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ سر سید احمد خان نے انتخابی صورت حال پر شدید نکتہ چینی کی۔ ان کی ایماء پر ان کے بیٹے سید محمود اور علی گڑھ کالج کے پرنسپل مسٹر بیک نے حکومت برطانیہ کو ایک یادداشت بھیجی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ:

"مخلوط طریق انتخابات سے مسلمان ہمیشہ نمائندگی سے محروم رہیں گے۔ نیز یہ کہ مسلمان الگ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے ان کے لیے جداگانہ طریق انتخاب ہی رائج ہونا چاہیے۔"

6۔ شملہ وفد کا جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ:

یکم نومبر 1906ء کو سر آغا خان کی سرکردگی میں 35 ارکان پر مشتمل مسلمان وفد شملہ کے مقام پر وائسرائے لارڈ منٹو سے ملا۔ وفد نے جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا:

"برصغیر میں جداگانہ طریق انتخابات رائج کیا جائے۔ اس غرض کے لیے مسلمانوں کے حلقے مخصوص کر دیئے جائیں۔ یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے حلقے جدا جدا کر دیئے جائیں تا کہ مسلمان ووٹر مسلمان امیدواروں کو اور ہندو ووٹر ہندو امیدواروں کو ووٹ دیں۔"

7۔ جداگانہ طریق انتخابات کی منظوری کے لیے مسلم لیگ کی کوششیں:

مسلم لیگ نے اپنے قیام کے ساتھ ہی جداگانہ طریق انتخابات کی منظوری کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ 27 جنوری 1909ء کو مسلم لیگ لندن برانچ کا ایک وفد سید امیر علی کی قیادت میں وزیر ہند جان مارلے سے ملا اور جداگانہ طریق انتخابات کی منظوری پر زور دیا۔ بالآخر وزیر ہند مسٹر مارلے نے اس مطالبے کو تسلیم کر لیا۔

8۔ جداگانہ طریق انتخابات کے مطالبہ پر انگریز ہندو ردعمل:

کانگریس نے جداگانہ طریق انتخابات کے مطالبے کی شدید مخالفت کرتے ہوئے اسے فرقہ وارانہ طریق انتخابات کا نام دیا۔ نیز مسلم لیگ کو فرقہ وارانہ جماعت اور اس کے مقاصد کو ہندوستانی مفادات کے منافی قرار دیا۔ جداگانہ طریق انتخابات کی اکثر برطانوی لیڈروں نے مخالفت اور کانگریسی نقطہ نظر کی حمایت کی۔ لیکن وائسرائے ہند لارڈ منٹو اور وزیر ہند جان مارلے کے علاوہ ہندو رہنماؤں میں سے ایس پی سہنا اور گوپال کرشن گھوکلے نے اس کی تائید کی۔

9۔ 1909ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات:

1909ء کے قانون ہند میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ طریق انتخابات کا مطالبہ منظور کر لیا گیا۔ مرکزی کونسل میں مسلمانوں کو پانچ اور صوبائی کونسلوں کی 284 نشستوں میں سے 18 نشستیں دے دی گئیں۔ تاہم پنجاب اور سی پی کے صوبوں میں جداگانہ طریق انتخابات رائج نہ کیا گیا۔

10۔ میثاق لکھنؤ اور جداگانہ طریق انتخابات:

1916ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان پہلا اور آخری اتحاد لکھنؤ کے قیصر باغ کی بارہ دری میں ہوا۔ اسے میثاق لکھنؤ کا نام دیا گیا۔ اس معاہدے میں کانگریس نے مسلمانوں کے جداگانہ طریق انتخابات کو منظور کر لیا۔

11۔ 1919ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات:

1916ء کے میثاق لکھنؤ میں کانگریس نے جداگانہ طریق انتخابات کے اصول کو تسلیم کر لیا تھا اس لیے 1919ء کے قانون ہند میں بھی برطانوی حکومت نے جداگانہ طریق انتخابات کو برقرار رکھا۔

12۔ دہلی مسلم تجاویز اور جداگانہ طریق انتخابات:

1927ء میں پنڈت موتی لال نہرو نے مرکزی اسمبلی کے اجلاس میں قائداعظم سے کہا کہ اگر مسلمان جداگانہ طریق انتخابات سے دستبردار ہو جائیں تو کانگریس ان کے دیگر تمام مطالبات تسلیم کر لے گی۔ اس پر قائداعظم نے 20 مارچ 1927ء کو دہلی مسلم تجاویز میں جداگانہ طریق انتخابات سے دستبردار ہونے کا اعلان کرتے ہوئے چند دیگر شرائط پیش کیں۔ ان کو کانگریس نے تسلیم نہ کیا۔ اس پر قائداعظم نے دہلی مسلم تجاویز واپس لے لیں۔

13۔ نہرو رپورٹ اور جداگانہ طریق انتخابات:

1928ء میں پنڈت موتی لال نہرو کی سربراہی میں ایک سات رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی اسے نہرو کمیٹی کا نام دیا گیا۔ نہرو کمیٹی نے اگست 1928ء میں اپنی رپورٹ پیش کی جسے نہرو رپورٹ کا نام دیا گیا۔ نہرو رپورٹ میں جداگانہ طریق انتخابات کی مخالفت کرتے ہوئے کہا گیا کہ:

> ”جداگانہ طریق انتخابات فرقہ واریت کا باعث بنتا ہے اس لیے مخلوط طریق انتخابات رائج کیا جائے۔“

14۔ آل پارٹیز مسلم کانفرنس اور جداگانہ طریق انتخابات:

دسمبر 1928ء میں دہلی کے مقام پر آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں بشمول قائداعظم مسلمانوں نے جداگانہ طریق انتخابات سے دستبردار ہونے سے انکار اور اسکی مکمل حمایت کا اعلان کیا۔

15۔ قائداعظم کے چودہ نکات اور جداگانہ طریق انتخابات:

نہرو رپورٹ کا جواب دینے کے لیے 25 مارچ 1929ء کو دہلی میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں قائداعظم نے ایک قرارداد پیش کی جسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ یہ قرارداد چودہ نکات پر مشتمل تھی۔ اس لیے اسے قائداعظم کے چودہ نکات کے نام سے یاد کیا گیا۔ قرارداد کے ایک نقطہ میں قائداعظم نے کہا:

> ”جداگانہ طریق انتخاب کا موجودہ طریق برقرار رہے تاہم ہر فرقے کو اس بات کی اجازت ہو کہ وہ اپنی مرضی سے مخلوط طریق انتخاب اختیار کر سکے۔“

16۔ کمیونل ایوارڈ اور جداگانہ طریق انتخابات:

1930ء سے 1932ء تک لندن میں تین گول میز کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ ان میں ہندوستانی لیڈر فرقہ وارانہ مسائل کا حل تلاش کرنے میں ناکام رہے۔ اس پر حکومت برطانیہ نے اگست 1932ء میں ایک ایوارڈ شائع کیا جسے کمیونل ایوارڈ کا نام دیا گیا۔ اس میں حکومت برطانیہ نے مسلمانوں کے علاوہ سکھوں، عیسائیوں اور اچھوتوں کو بھی جداگانہ طریق انتخابات کا حق دے دیا۔

17۔ 1935ء کا قانون ہند اور جداگانہ طریق انتخابات:

ہندوستان کے آئینی بحران کو ختم کرنے کے لیے برطانوی حکومت نے بالآخر گول میز کانفرنسوں کی رپورٹوں کو مدنظر رکھ کر 1935ء میں ایک نیا قانون رائج کیا۔ اسے ”1935ء کا قانون ہند“ کا نام دیا گیا۔ اس میں جداگانہ طریق انتخابات کا اصول برقرار رکھا گیا۔

جداگانہ طریق انتخابات کی اہمیت

برصغیر پاک و ہند میں جداگانہ طریق انتخابات بڑی اہمیت کا حامل ہے۔اس انتخابی طریقے کے تحت 46-1945ء کے موسم سرما میں عام انتخابات ہوئے جن میں مسلم لیگ نے صوبوں میں 492 مخصوص مسلم نشستوں میں سے 433 نشستیں جیت کر اٹھاسی فی صد اور مرکز کی 30 مخصوص نشستیں جیت کر سو فیصد کامیابی حاصل کر لی۔یہی کامیابی تحریک پاکستان کے استحکام کا بنیادی سبب بنی۔بالآخر اسی کی بناء پر اسلامی جمہوریہ پاکستان معرض وجود میں آیا۔

(د) پاکستان میں زرعی پسماندگی کی وجوہات

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود پاکستان کی زراعت پسماندگی کا شکار ہے اور خوراک کے ضمن میں ہمارا ملک ابھی تک خود کفیل نہیں ہو سکا۔دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلے میں ہماری پیداوار فی ایکڑ بہت کم ہے۔اس پیداوار میں کمی کی وجہ وہ مسائل ہیں جو ہمارے زرعی شعبے کو درپیش ہیں۔پاکستان کی زرعی پسماندگی کے اہم اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

-1 سیم و تھور کا مسئلہ:

پاکستان میں سیم و تھور کا مسئلہ انتہائی سنگین نوعیت کا ہے۔سیم زدہ زمین وہ ہوتی ہے جس میں مختلف جگہوں سے پانی رس کر زمین کی نچلی سطح میں جمع ہو جاتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی سطح بلند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے زمین بنجر اور ناکارہ ہو جاتی ہے۔تھور زدہ زمین وہ ہوتی ہے جہاں ضرورت سے زیادہ نمک جمع ہو جائے۔سیم اور تھور کی وجہ سے ہر سال ایک لاکھ ایکڑ سے زیادہ زمین ناقابل کاشت ہو جاتی ہے۔

-2 مشینی کاشت کا فقدان:

پاکستان میں زیادہ تر کاشتکار جدید زرعی مشینوں کے استعمال سے واقف نہیں اور بعض اپنی قدامت پسندی کی وجہ سے پرانے اور روایتی طریقے سے کاشت کرنا پسند کرتے ہیں۔جدید آلات زرعی کے عدم استعمال کی وجہ سے ہماری پیداوار بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔

-3 سرمائے کی قلت:

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے جس کی آبادی کا بیشتر حصہ دیہی علاقوں میں آباد ہے جن کی مالی حالت انتہائی مخدوش ہے۔غربت اور افلاس کی وجہ سے پاکستانی کاشتکار جدید زرعی آلات خریدنے سے قاصر ہے نیز عمدہ بیج، کھاد اور دیگر سہولتیں حاصل کرنے کے لئے بھی ہمارے کسان کے پاس روپیہ نہیں جس کی وجہ سے کاشتکار اپنی زمین سے مطلوبہ پیداوار حاصل نہیں کر سکتے۔

-4 زمین کی تقسیم در تقسیم:

ہمارے ملک میں آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے زمین وارثان میں منقسم ہو کر مزید چھوٹے چھوٹے حصوں میں بٹتی جا رہی ہے۔ایسے قطعات اراضی پر مشینی آلات کا استعمال نہ ہونے کے باعث پیداوار بہت کم ہوتی ہے اور بعض اوقات کاشتکار بددل ہو کر کاشتکاری ترک کر دیتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور پیشہ اپنا لیتا ہے۔حکومت زمین کی ذیلی تقسیم کی قانوناً حوصلہ شکنی کرتی ہے اور اشتمال اراضی کے عمل کو بار بار دہرانے کی ضرورت پر زور دیتی ہے۔

-5 ذرائع آبپاشی کی قلت:

پاکستان کا نہری نظام اگرچہ دنیا کے عظیم ترین نہری نظاموں میں شمار ہوتا ہے اس کے باوجود یہ ہماری زرعی زمین کو سیراب کرنے کے لیے ناکافی ہے اور ہمیں زراعت کے لیے بارش کے پانی پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ جس موسم میں بارش اچھی ہوتی ہے فصل بھی اچھی ہو جاتی ہے اور اگر بارش مناسب وقت پر نہ ہو تو خشک سالی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات شدید بارشیں سیلاب کا باعث بن جاتی ہیں اور کھڑی فصلوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔

-6 عمدہ بیج اور کھاد کی کمی:

زیادہ پیداوار کے حصول کے لیے عمدہ بیج اور کیمیاوی کھاد کو بڑی اہمیت حاصل ہے لیکن ہمارے ہاں کسان وہی دیسی کھاد استعمال کرتا ہے جو عمدہ معیار کی نہیں ہوتی۔ مغربی ممالک میں کیمیاوی کھادوں کے استعمال سے زرعی پیداوار میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ اب حکومت کی کوششوں سے پاکستان میں کیمیاوی کھادوں کے استعمال سے زرعی پیداوار میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔

-7 قدرتی آفات:

پاکستان میں ہر سال سیلاب اور آندھیوں کی وجہ سے زراعت کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔ کھڑی فصلیں تباہ و برباد جاتی ہیں۔ حکومت نے سیلاب کی روک تھام کے لیے مختلف اقدامات کیے ہیں جن کی وجہ سے نقصان میں کسی حد تک کمی واقع ہوئی ہے۔

-8 زمینی کٹاؤ:

شدید بارشوں سے زمین کٹاؤ کا شکار ہو جاتی ہے جس سے زمین کے زرخیز حصے بے کار ہو جاتے ہیں۔ پاکستان میں اب تک لاکھوں ایکڑ زمین کٹاؤ سے متاثر ہو چکی ہے۔ حکومت مختلف تدابیر کے ذریعے زمین کو کٹاؤ سے بچانے کی کوشش کرتی ہے۔

-9 کیڑے مکوڑے اور فصلی بیماریاں:

فصلی بیماریوں کا سد باب کرنے کے لیے ملک میں ہر قسم کی زرعی ادویات موجود ہیں لیکن ہمارے کاشتکار جہالت کی وجہ سے ان ادویات کا استعمال نہیں کرتے جس سے زرعی معیشت کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔ فصلی بیماریوں کے علاوہ کیڑے مکوڑے، ٹڈی دل اور پرندے وغیرہ بھی کھڑی فصلوں کو تباہ کرنے اور پیداوار کے تناسب کو کم کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ہر سال 15 فیصد پیداوار کیڑے مکوڑوں اور فصلی بیماریوں کی نظر ہو جاتی ہے۔

-10 زرعی تعلیم کا فقدان:

ہمارے ہاں کاشتکاروں کی اکثریت زرعی تعلیم سے بے خبر ہونے کے باعث جدید مشینی طریقہ کاشت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ان کا روایتی پن ان کو سائنس کی ان ایجادات سے دور رکھتا ہے۔ جہالت کی وجہ سے ہمارے کسان ان سماجی برائیوں کا شکار ہو چکے ہیں جو آپس میں جھگڑے اور مقدموں کا باعث بنتی ہیں۔ ان کا بیشتر وقت لڑائی، جھگڑوں اور مقدمے بازیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس سے نہ صرف کسان خود گھاٹے میں رہتے ہیں بلکہ ملک کی زرعی پیداوار بھی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

11۔ نقل و حمل کا ناقص نظام:

ذرائع نقل و حمل کے ناقص نظام کی وجہ سے ہماری پیداوار کا بہت سا حصہ بروقت منڈی تک نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔ دیہاتوں کو شہروں سے ملانے والی سڑکیں زیادہ تر کچی اور خراب ہیں۔ جس کی وجہ سے کسان کو اپنی فصل منڈی تک لے جانے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے اس لیے وہ مجبوراً اپنی فصل سستے داموں بیوپاریوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔

(ب) 1937ء کی کانگریسی وزارتیں

1935ء کے دستور کے تحت 1937ء میں برصغیر میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ کانگریس کو ان انتخابات میں اس کی توقعات سے بڑھ کر کامیابی ہوئی اور وہ گیارہ صوبوں میں سے آٹھ صوبوں میں حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کوئی خاص کامیابی حاصل نہ کر سکی۔ مسلم اکثریت والے صوبوں پنجاب، سندھ اور سرحد میں بھی مسلم لیگ اکثریت حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ مسلم لیگ نے 492 مسلم نشستوں میں سے صرف 108 پر کامیابی حاصل کی۔

کانگریسی حکومت کے مسلمانوں پر مظالم

کانگریسی وزارتوں کے دور میں درج ذیل مظالم روا رکھے گئے:

1۔ اذان و نماز پر پابندی:

کانگریسی وزارتوں نے مسلمانوں کے بارے میں انتہائی متعصبانہ روش اختیار کی۔ ہندو مساجد میں غلاظت اور کوڑا کرکٹ پھینکتے، عین نماز کے وقت مساجد کے سامنے بینڈ باجے بجاتے، نمازیوں پر حملے کر کے انھیں شدید زخمی کر دیا جاتا، قرآن کریم کی بے حرمتی کی جاتی، مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے روکا جاتا، محرم کے جلوس میں پٹاخے چھوڑ کر شیعہ سنی فسادات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی۔ گائے کے ذبیحہ پر پابندی عائد کر دی گئی۔ کانگریسی دور میں گائے ذبح کرنے کے جرم میں بہت سے مسلمان شہید کر دیے گئے۔

2۔ بندے ماترم:

کانگریس نے برسر اقتدار آتے ہی قابل اعتراض گیت بندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دے دیا۔ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے لیے یہ حکم جاری کیا گیا کہ صوبائی اسمبلیوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں اور تمام سرکاری اور غیر سرکاری تقریبات کا آغاز بندے ماترم سے ہو۔ یہ ترانہ چیٹر جی کے ناول انند ناتھ سے اخذ کیا گیا تھا اس ترانے میں ایسی باتیں شامل کی گئی تھیں جن سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی تھی۔ اس میں مسلمان فاتحین کو ڈاکو، لٹیرا اور ظالم قرار دیا گیا تھا۔ اس میں مسجدوں کو گرا کر ان کی جگہ مندر بنانے کا نعرہ بھی شامل تھا۔

3۔ ترنگا پرچم:

کانگریس نے حکومت سنبھالنے کے فوراً بعد تمام سرکاری اور غیر سرکاری عمارتوں پر ترنگا، تین رنگوں والا، جھنڈا لہرا دیا۔ یہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کا اپنا جھنڈا تھا۔ کسی سیاسی پارٹی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ پارٹی کے جھنڈے کو سرکاری جھنڈا قرار دے۔ جب قائداعظم نے پنڈت نہرو کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تو انھوں نے اسے "مختلف رنگوں کا حسین امتزاج" کہہ کر ٹال دیا۔

4۔ واردھا سکیم:

واردھا سکیم گاندھی جی کی تجویز کردہ تھی۔ یہ سکیم "اہنسا (عدم تشدد)" اور وطن پرستی کے نظریات پر مبنی تھی۔ اس نصاب کے ذریعے مسلمان بچوں میں جہاد کی اہمیت کو ختم کر کے بزدلی کے جذبات کو فروغ دینے کی بھیانک سازش کی گئی تا کہ مسلمان غلامی کی زنجیروں کو اتار پھینکنے کا خیال دل سے نکال دیں۔ اس سکیم کے تحت متحدہ قومیت کا پرچار کیا گیا۔ نئی درسی کتابوں میں مسلمان فاتحین کے شاندار کارناموں کو کم تر ثابت کرنے کے لیے ہندو مشاہیر کے فرضی کارناموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور دوسرے انبیاء کرامؑ کو عام مشاہیر کی صف میں رکھا گیا تا کہ مسلمان بچوں کے دلوں میں ان مقدس ہستیوں کے لیے احترام کے جذبات خود بخود ختم ہو جائیں۔

5۔ ودیا مندر سکیم:

ودیا مندر سکیم واردھا سکیم ہی کا ایک حصہ تھی۔ اس کے تحت بچوں کو پرائمری تعلیم مندر میں دینے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس سکیم کا مطمع نظر مسلمانوں اور ہندوؤں میں متحدہ قومیت کے نظریات کو فروغ دینا تھا۔ ودیا مندروں میں مسلمان بچوں کے لیے لازم تھا کہ وہ گاندھی جی کی مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوں، ہندو گیت بندے ماترم گائیں، ترنگے کو سلامی دیں اور لباس میں دھوتی استعمال کریں۔ ان مدرسوں میں بچوں کو تلقین کی جاتی کہ وہ اسلامی طریقہ سلام "السلام علیکم" کی بجائے نمستے اور جے رام جی کہیں۔ ودیا مندر سکیم کے تحت شائع ہونے والی تمام کتابیں گنگا جمنی زبان میں تحریر کی گئی تھیں۔ مسلم لیگ نے اس پر شدید احتجاج کیا۔ درحقیقت یہ سکیم ہندی تہذیب و رسومات کو فروغ دینے کی خطرناک سازش تھی۔

6۔ اردو زبان کا خاتمہ:

کانگریس کئی سالوں سے اردو زبان کو ختم کرنے کی کوشش میں معروف تھی لیکن اپنے دورِ وزارت میں اسے اردو کو ختم کرنے کا سنہری موقع مل گیا، کانگریسی لیڈروں نے ہندی کو مشترکہ قومی زبان قرار دے دیا اور حکم جاری کیا کہ تمام سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں، کالجوں، عدالتوں اور دفاتر میں ہندی زبان کو رائج کیا جائے، سرکاری اشتہارات ہندی رسم الخط میں شائع کیے جائیں، ریڈیو پر خبروں میں آسان الفاظ کی بجائے مشکل ہندی الفاظ کی بھرمار کر دی گئی۔

7۔ مسلمانوں پر اقتصادی دباؤ:

کانگریس حکومتوں نے مسلمانوں کو اقتصادی لحاظ سے مفلوج کرنے کے لیے ان کی جاگیروں اور جائیدادوں پر ناجائز قبضہ کرنا شروع کیا اور ایسے کاروباروں پر بھاری ٹیکس عائد کیے جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھے۔ سرکاری ملازمتوں کے دروازے ان پر بند کر دیے گئے۔ تکنیکی اداروں میں مسلمانوں کے داخلے پر پابندی لگا دی گئی اور بہت سے مسلم اداروں کی سرکاری امداد بند کر دی گئی۔

8۔ ہندو مسلم فسادات میں اضافہ:

کانگریس کے اقتدار سنبھالتے ہی برصغیر میں ایک بار پھر ہندو مسلم فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔ کانگریس کے دو سالہ دورِ وزارت میں 57 فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ڈیڑھ سو سے زائد افراد ہلاک ہوئے جب کہ غیر سرکاری تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔ کانگریسی غنڈوں نے بے گناہ مسلمانوں پر شدید مظالم ڈھائے، ان کے گھروں پر حملہ کر کے عورتوں کی بے حرمتی کی، معصوم بچوں پر تشدد کیا۔ ان کے مال و اسباب پر جبری قبضہ کر لیا جاتا تھا۔ کانگریسی وزراء کی مسلم دشمنی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ سی۔ پی۔ کے ایک موضع کے چھ مسلمانوں کو سزائے موت اور چوبیس کو عمر قید کی سزا کا حکم دیا۔

تار نفس ہی خنجر قاتل ہے آج کل
آساں ہے موت زندگی مشکل ہے آج کل

9۔ عدلیہ اور انتظامیہ کے کام میں مداخلت:

کانگریس نے اقتدار میں آنے کے بعد انتظامیہ کے ساتھ ساتھ عدلیہ پر بھی مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ کانگریسی لیڈروں نے عدلیہ کے اراکین کو خطوط لکھے کہ وہ فیصلہ دیتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ اگر فریقین میں سے ایک مسلم ہو تو فیصلہ اس کے خلاف دیں خواہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔ اسکے علاوہ انتظامیہ کے کاموں میں مداخلت بھی شروع کر دی گئی۔

10۔ مسلم لیگ پر پابندی لگانے کی کوشش:

آل انڈیا مسلم لیگ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی۔ اس کے قیام سے مسلمانوں کی منظم جدوجہد کا آغاز ہوا اور وہ "من حیث القوم" میدان سیاست میں اتر آئے۔ کانگریسی لیڈر مسلم لیگ کو متحدہ ہندوستانی قومیت کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلم لیگ کے سوا کوئی ایسی سیاسی جماعت نہیں جو مسلمانوں برصغیر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکے۔ چنانچہ مسلم اقلیتی صوبوں میں وزارتیں بناتے وقت مسلم لیگ پر پابندی لگانے کی کوشش کی گئی۔

11۔ ہندی کی ترویج:

کانگریسی وزارتوں کے دور میں ہندوؤں نے مشترکہ قومی زبان ہندی کو قرار دیا۔ جس میں اسی فیصد الفاظ سنسکرت کے شامل تھے۔

12۔ ذبیحہ گاؤ پر پابندی:

کانگریسی وزارتوں کے دور میں ہندوؤں نے گائے ذبح کرنے پر پابندی عائد کر دی اور اسے فوجداری جرم قرار دیا۔

13۔ معاشرتی و سماجی دباؤ:

ہندو پہلے ہی مسلمانوں کو غاصب اور لٹیرے سمجھتے تھے۔ کانگریسی وزارتیں قائم ہونے کے بعد انہوں نے مسلمانوں پر معاشرتی اور سماجی دباؤ میں اضافہ کر دیا۔

14۔ ملازمتوں میں جانبداری:

کانگریسی وزارتوں کے دور میں مسلمانوں پر نہ صرف نئی ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے بلکہ معمولی باتوں پر مسلمانوں کو ملازمتوں سے نکالا جانے لگا۔

یوم نجات:

کانگرس نے انگریز حکومت پر دباؤ ڈالا کہ اقتدار مستقل طور پر ان کے حوالے کر دیا جائے مگر حکومت نے انکار کر دیا جس پر کانگرس نے حکومت پر دباؤ بڑھانے کے لیے کانگرسی وزارتوں سے مستعفی ہو گئے۔ 22 دسمبر 1939ء کو قائد کی اپیل پر مسلمانوں نے یوم نجات منایا اور شکرانے کے نوافل ادا کیے۔

کانگریسی راج کے اثرات

کانگریسی وزارتوں کے اثرات مندرجہ ذیل ہیں:

1- علیحدہ وطن کا مطالبہ:

کانگریسی وزارتوں کو مسلمانوں کے حقوق و مفادات کے تحفظ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور متحدہ ہندوستان میں کانگریس اور ہندوؤں کے ظالمانہ رویے کے باعث مسلمانوں کا مستقبل محفوظ نہیں تھا۔ انھوں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ اگر انگریز حکمرانوں کی موجودگی میں کانگریس مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم توڑ سکتی ہے، ان کا کلچر اور ان کی تہذیب و ثقافت کو نظر انداز کر سکتی ہے تو انگریزوں کے جانے کے بعد وہ ان سے کیا سلوک روا رکھے گی۔ ان تلخ تجربات کے پیش نظر مسلمانوں نے اپنے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ کر دیا۔

2- مسلم لیگ کی مقبولیت میں اضافہ:

کانگریسی راج اس لحاظ سے مسلمانوں کے لیے باعث رحمت ثابت ہوا کہ انھوں نے کانگریسی رویے سے مایوس ہو کر اپنے اندرونی اختلاف کو ختم کر کے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع کیا۔

تھا جو نا خوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

3- مسلمانوں کی معاشی بدحالی میں اضافہ:

انگریز حکومت نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کو اقتصادی لحاظ سے مفلوج کرنے کی کوشش کی تھی۔ رہی سہی کسر ہندوؤں نے پوری کر دی۔ انھوں نے مسلمانوں پر بھاری ٹیکس عائد کر کے ان کے کاروبار تباہ کر دیے، مسلمانوں کے ساتھ لین دین بند کر کے ان کا معاشی بائیکاٹ کیا، ان کی دوکانیں لوٹ لیں، ان کی املاک پر ناجائز قبضہ کر لیا ان حالات میں مسلمان شدید مالی مشکلات سے دوچار ہو گئے۔

4- متحدہ قومیت کی تردید:

کانگریسی راہنماؤں نے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو ختم کرنے کے لیے "مسلم عوام رابطہ مہم" شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مہم کا آغاز کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے کہا کہ جدید دنیا میں اس دقیانوسی نظریے کی کوئی گنجائش نہیں کہ ہندو اور مسلمان دو قومیں ہیں۔ اس نے کانگریسی لیڈروں کو ہدایت کی کہ وہ مسلم لیگی راہنماؤں سے بات چیت کرنے کی بجائے مسلم عوام سے رابطہ رکھ کر فرقہ پرستی کے رجحانات کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔

5- ہندو ذہنیت آشکار:

جب رب کعبہ کے سامنے سربسجود ہونے والی قوم کے بچوں کو گاندھی کی مورتی کے سامنے ہاتھ باندھنے کا درس دیا جانے لگا، محمد عربی ﷺ کی نعت پڑھنے والوں کو بندے ماترم کا ترانہ سکھایا جانے لگا، دختران توحید کے نصاب تعلیم میں دیوداسیوں کے رقص شامل کیے جانے لگے تو مسلمانان برصغیر کی آنکھیں کھل گئیں۔

بقول علامہ اقبالؒ ؎

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی